

پہلی فتح

صبح کی نماز کے بعد دمشق کے لوگ بازاروں اور مکانوں کی چھتوں پر کھڑے محمد بن قاسم کی فوج کا جلوس دیکھ رہے تھے۔ دنیا کی تاریخ میں یہ پہلا واقعہ تھا کہ فوج کی قیادت ایک سترہ سالہ نوجوان کے سپرد تھی۔ دمشق سے لے کر بصرہ تک راستے کے ہر شہر اور بستی سے کئی کم سن لڑکے، نوجوان اور بوڑھے اس فوج میں شامل ہوئے۔ کوفہ اور بصرہ میں محمد بن قاسم کی روانگی کی اطلاع مل چکی تھی اور نوجوان عورتیں اپنے شوہروں، مائیں اپنے بیٹوں اور لڑکیاں اپنے بھائیوں کو نوجوان سالار کا ساتھ دینے کے لیے تیار رہنے پر آمادہ کر رہی تھیں۔ عموماً قوم کی ایک بے کس بیٹی کی فریاد بصرہ اور کوفہ کے ہر گھر میں پہنچ چکی تھی۔ بصرے کی عورتوں میں زبیدہ کی تبلیغ کے باعث یہ جذبہ پیدا ہو چکا تھا کہ ناہیدہ کا مسئلہ قوم کی ہر بہو بیٹی کا مسئلہ ہے۔ نوجوان لڑکیاں مختلف محلوں اور کوچوں سے زبیدہ کے گھر آئیں اور اس کی تقاریر سے ایک نیا جذبہ لے کر واپس جاتیں۔ خرابی صحت کے باوجود محمد بن قاسم کی والدہ بصرہ کی معمر عورتوں کی ایک ٹولی کے ساتھ جہاد کی تبلیغ کے لیے ہر محلے کی عورتوں کے پاس پہنچتی۔ زبیدہ نے چند نئے سپاہیوں کو گھوڑے اور اسلحہ جات بہم پہنچانے کے لیے اپنے تمام زیورات بیچ ڈالے۔ بصرہ کے تمام امیر و غریب گھرانوں کی لڑکیوں نے اس کی تقلید کی اور مجاہدین کی اعانت کے لیے بصرہ کے بیت المال کو چند دنوں میں سونے اور چاندی سے بھر دیا۔ عراق کے دوسرے شہروں کی خواتین نے اس کا رخیہ میں بصرہ کی عورتوں سے پیچھے رہنا گوارا نہ کیا اور وہاں بھی لاکھوں روپے جمع ہو گئے۔

محمد بن قاسم نے بصرہ میں تین دن قیام کیا۔ اس کی آمد سے پہلے بصرہ میں حجاج بن یوسف کے پاس مکران کے گورنر محمد بن ہارون کا یہ پیغام پہنچ چکا تھا کہ عبید اللہ کی قیادت میں بیس آدمیوں کا جو وفد سیل بھیجا گیا تھا، اس میں سے صرف دونو جوان جان بچا کر مکران پہنچنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ باقی تمام دیبل کے گورنر نے قتل کر دیے ہیں۔ اس خبر نے بصرہ کے عوام میں انتقام کی سلگتی ہوئی آگ پر تیل کا کام دیا۔

دمشق سے روانگی کے وقت محمد بن قاسم کی فوج کی تعداد کل پانچ ہزار تھی لیکن جب وہ بصرے سے روانہ ہوا تو اس کے لشکر کی مجموعی تعداد بارہ ہزار تھی جن میں سے چھ ہزار سپاہی گھڑسوار تھے، تین ہزار پیدل اور تین ہزار سامان رسد کے اوتوں کے ساتھ تھے۔

۱۔ وہ خاتون جس نے حجاج بن یوسف کو دیکھا تھا۔

محمد بن قاسم شیراز سے ہوتا ہوا کران پہنچا۔ کران کی سرحد عبور کرنے کے بعد لسبیلہ کے پہاڑی علاقے میں اُسے بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ بھیم سنگھ بیس ہزار فوج کے ساتھ لسبیلہ کے سندھی گورنر کی اعانت کے لیے پہنچ چکا تھا۔ اُس نے ایک مضبوط پہاڑی قلعے کو اپنا مرکز بنا کر تمام راستوں پر اپنے تیر انداز بٹھادیے۔ اپنے باپ کی مخالفت کے باوجود وہ راجا کو اس بات کا یقین دلا چکا تھا کہ اُس کے بیس ہزار سپاہی بارہ ہزار مسلمانوں کو لسبیلہ سے آگے نہیں بڑھنے دیں گے۔

مسلمانوں کے پہاڑی علاقے میں داخل ہوتے ہی بھیم سنگھ کے سپاہیوں نے اٹکاؤ کا حملہ شروع کر دیے۔ تیس چالیس سپاہیوں کا گروہ اچانک کسی ٹیلے یا پہاڑی کی چوٹی پر نمودار ہوتا اور اُن کی آن میں محمد بن قاسم کی فوج کے کسی حصے پر تیر اور پتھر برس کر غائب ہو جاتا۔ گھوڑوں کے سوار ادھر ادھر ہٹ کر اپنا بچاؤ کر لیتے لیکن شتر سوار دستوں کے لیے یہ حملہ بڑی حد تک پریشان کن ثابت ہوئے۔ بعض اوقات بدک کر ادھر ادھر بھاگنے والے اونٹوں کو منظم کرنا حملہ کرنے والوں کے تعاقب سے زیادہ مشکل ہو جاتا۔

محمد بن قاسم نے یہ دیکھ کر ہراول کے پیادہ دستوں کی تعداد میں اضافہ کر دیا لیکن حملہ آوروں کی ایک جماعت آگے سے کتر کر بھاگتی اور دوسری جماعت پیچھے سے حملہ کر دیتی۔ ایک گروہ کسی ٹیلے پر چڑھ کر لشکر کے دائیں بازو کو اپنی طرف متوجہ کرتا اور دوسرا بائیں بازو پر حملہ کر دیتا۔ جوں جوں محمد بن قاسم کی فوج آگے بڑھتی گئی، ان حملوں کی شدت میں اضافہ ہوتا گیا۔ رات کے وقت پڑاؤ ڈالنے کے بعد شب خون کے ڈر سے کم از کم ایک چوتھائی فوج کو آس پاس کے ٹیلوں پر قابض ہو کر چہرہ دینا پڑتا۔

ایک شام محمد بن قاسم کو ایک جاسوس نے اطلاع کی کہ شمال کی طرف بیس کوس کے فاصلے پر ایک مضبوط قلعہ اس لشکر کا مستقر ہے۔ محمد بن قاسم نے اپنے تجربہ کار سالاروں کی ایک مجلس شوریٰ بلائی۔ بعض سالاروں کی یہ صلاح تھی کہ اس راستے کو چھوڑ کر سمندر کے ساحل کے ساتھ ساتھ نسبتاً ہموار راستہ اختیار کیا جائے۔ ہم اس قلعے سے جس قدر دور ہوں گے اسی قدر ان حملوں سے محفوظ رہیں گے لیکن محمد بن قاسم ان سے متفق نہ ہوا۔ اس نے کہا: ”جب تک یہ علاقہ دشمن سے پاک نہیں ہوتا۔ ہمارا آگے بڑھنا خطرے سے خالی نہیں۔ یہ قلعہ ان کے دفاع کی اہم چوکی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس قلعے کے فتح ہو جانے کے بعد دشمن یہ تمام علاقہ خالی کرنے پر مجبور ہو جائے گا اور دشمن کے جو سپاہی یہاں سے فرار ہوں گے، وہ دہیل پہنچ کر ایک شکست خوردہ ذہنیت کا مظاہرہ کریں گے لیکن اگر ہم یہاں سے کتر کر نکل گئے تو ان کے حوصلے بڑھ جائیں گے اور ہمارا عقب ہمیشہ غیر محفوظ رہے گا۔ ہمارا پہلا مقصد اس قلعے کو فتح کرنا ہے۔ اس قلعے کی فتح کے بعد اگر پہاڑیوں میں پھیلے ہوئے لشکر کی تعداد کافی ہوئی تو وہ اس علاقے میں ہمارے ساتھ فیصلہ کن جنگ لڑنے کی کوشش کرے گا اور اس میں بھی ہماری بہتری ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہماری پیش قدمی روکنے کے لیے اس قلعے کے محافظوں کی زیادہ تعداد آس پاس کی پہاڑیوں پر منقسم ہے۔ میں آج سورج نکلنے سے پہلے اس قلعے پر حملہ کرنا چاہتا ہوں اور اس مقصد کے لیے میں اپنے ساتھ فقط پانچ سو

پیادہ سپاہی لے جانا چاہتا ہوں۔ آپ باقی فوج کے ساتھ رات بھر پیش قدمی جاری رکھیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ لوگ چاروں اطراف کا خیال چھوڑ کر آپ کا راستہ روکنے کی فکر کریں گے۔ چاندنی رات میں آپ کے لیے آگے بڑھنے کا راستہ زیادہ خطرناک ثابت ہوگا۔ اگر صبح تک آپ کو قلعہ فتح ہو جانے کی خبر پہنچ جائے تو آپ پیش قدمی روک کر میرے احکام کا انتظار کریں۔ اگر قلعہ فتح ہو جانے کے بعد دشمن نے کسی جگہ منظم ہو کر مقابلے کی ہمت کی تو میں قلعے کی حفاظت کے لیے چند آدمی چھوڑ کر آپ کے ساتھ آملوں گا اور اگر انہوں نے قلعے کو دوبارہ فتح کرنا چاہا تو آپ وہاں پہنچ جائیں۔“

ایک بوڑھے سالار نے کہا: ”مجھے یقین ہے کہ ان شاء اللہ آپ کی کوئی تدبیر غلط نہ ہوگی لیکن سپہ سالار کا فوج کے ساتھ رہنا ہی مناسب ہے۔ سپہ سالار کی جان بہت قیمتی ہوتی ہے۔ وہ فوج کا آخری سہارا ہوتا ہے۔ اگر اس خطرناک مہم میں آپ کو کوئی حادثہ پیش آ گیا تو.....“

محمد بن قاسم نے جواب دیا: ”قادیسیہ کی جنگ میں ایرانیوں کو اپنے زبردست لشکر کے باوجود اس لیے شکست ہوئی کہ انہوں نے اپنی طاقت سے زیادہ رستم کی شخصیت سے امیدیں وابستہ کیں۔ رستم مارا گیا تو وہ مسلمانوں کی مٹھی بھر جماعت کے مقابلے سے بھاگ نکلے لیکن اس کے برعکس مسلمانوں کے سپہ سالار سعد بن وقاص گھوڑے پر چڑھنے کے قابل نہ تھے اور انہیں میدان سے الگ ایک طرف بیٹھنا پڑا لیکن مسلمانوں کی خود اعتمادی کا یہ عالم تھا کہ انہیں اپنے سپہ سالار کی عدم موجودگی کا احساس تک بھی نہ تھا۔ ہماری تاریخ میں آپ کو کوئی ایسا واقعہ نہیں ملے گا، جب سالار کی شہادت سے بددل ہو کر مجاہدوں نے ہتھیار ڈال دیے ہوں۔ ہم بادشاہوں اور سالاروں کے لیے نہیں لڑتے۔ ہم خدا کے لیے لڑتے ہیں۔ بادشاہوں اور سالاروں پر بھروسہ کرنے والے ان کی موت کے بعد مایوس ہو سکتے ہیں لیکن ہمارا خدا ہر وقت موجود ہے۔ قرآن میں ہمارے لیے اس کے احکام موجود ہیں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ خدا مجھے قوم کے لیے رستم نہ بنائے بلکہ مجھے شنیٰ بننے کی توفیق دے جن کی شہادت نے ہر مسلمان کو جذبہ شہادت سے سرشار کر دیا تھا۔ میرے لیے اس سپہ سالار کی جان کی کوئی قیمت نہیں جو اُسے اپنے سپاہیوں کی تلواروں کے پھرے میں چھپا کر رکھتا ہے اور اپنے بہادروں کو جان کی بازی لگانے کے بجائے جان بچانے کی ترغیب دیتا ہے۔ اگر اس قلعے کو فتح کرنا اس قدر اہم نہ ہوتا تو میں یہ مہم شاید کسی اور کے سپرد کر دیتا لیکن اس مہم کا خطرہ اور اس کی اہمیت دونوں اس بات کے متقاضی ہیں کہ میں خود اس کی رہنمائی کروں۔“

زبیر نے کہا: ”میں آپ کے ساتھ چلنا چاہتا ہوں۔“

محمد بن قاسم نے جواب دیا: ”نہیں میں ایک قلعہ فتح کرنے کے لیے دود ماغوں کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ میری غیر حاضری میں تمہارا فوج کے ساتھ رہنا ضروری ہے۔ میں اپنی جگہ محمد بن ہارون کو مقرر کرتا ہوں اور تم اس کے نائب ہو۔“

(محمد بن قاسم)

سوالات

- ۱۔ مندرجہ ذیل کے مختصر جواب لکھیے:
 - الف۔ کس خبر نے بصرہ کے لوگوں کو زیادہ مشتعل کیا؟
 - ب۔ راستے کا قلعہ پہلے فتح کرنے میں محمد بن قاسم نے کیا مصلحت محسوس کی؟
 - ج۔ قادیسیہ کی جنگ میں زبردست فوج کے باوجود ایرانیوں کو کیوں شکست ہوئی؟
 - د۔ مسلمانوں اور غیر مسلموں کی جنگ کا کیا فرق ہے؟
- ۲۔ اپنے استاد کی رہنمائی سے مندرجہ ذیل فقروں کی وضاحت کیجیے:
 - الف۔ ”غیور قوم کی ایک بے کس بیٹی کی فریاد بصرے اور کوفے کے ہر گھر میں پہنچ چکی تھی۔“
 - ب۔ ”خدا مجھے قوم کے لیے رستم نہ بنائے بلکہ مجھے شیخی بننے کی توفیق دے۔“
- ۳۔ اب آپ ناول ”محمد بن قاسم“ کا مطالعہ کیجیے اور ناول کے بہرہ و محمد بن قاسم کے کردار کی خوبیاں بیان کیجیے۔
- ۴۔ درج ذیل مصادر کو امدادی افعال کے طور پر اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

دینا، لینا، آنا، جانا، پڑنا، چکنا، رکھنا، اٹھنا
- ۵۔ درج ذیل حروف کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

نہ صرف..... بلکہ، جوں جوں..... توں توں،
جیسے جیسے..... ویسے ویسے، چونکہ..... اس لیے

مضمون:

مضمون ایک ایسی نثری تحریر ہے جس میں زندگی کے کسی بھی شعبے سے متعلق کسی بھی موضوع پر اپنے خیالات و جذبات کا اظہار کیا جاتا ہے۔ مضمون کی بالعموم ایک خاص ترتیب ہوتی ہے۔ سب سے پہلے زیر بحث موضوع کا تعارف کرایا جاتا ہے اور پھر اس کے بارے میں معلومات پیش کرنے کے بعد نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے۔

مضمون قدرے مختصر مگر جامع ہونا چاہیے۔ چونکہ روزمرہ بول چال کی زبان سب سے عمدہ تحریر ہوتی ہے اس لیے مضمون نگار کو چاہیے کہ وہ روزمرہ سے قریب رہ کر حتی الامکان شگفتہ اور رواں زبان استعمال کرے۔ مضمون نگار کے لیے موضوع کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے کیونکہ اگر مضمون نگار موضوع سے منسلک نہ رہے گا یا خیالات کی ترتیب کو گڈنڈ کر دے گا تو اس کا مضمون اچھا تاثر پیش نہیں کرے گا۔

